

سنت کی مختلف جہات اور شریعتِ اسلامیہ میں اس کا مقام (ایک جائزہ)

مقبول حسن *

کتاب اللہ کے بعد رسول اللہ کی ”سنت“ شریعتِ اسلامیہ کا دوسرا ماخذ و مصدر ہے، یہ قرآن کریم کی تشریح و توضیح اور خود کئی مستقل احکاماتِ دین کا ذریعہ ہے۔ اتباعِ سنت کے بغیر اتباعِ خدا ہو ہی نہیں سکتی یہ بات نقلی و عقلی دونوں حیثیتوں سے مسلم ہے۔

سنت کا لغوی مفہوم

سنت کے لفظی معنی طور طریقے، راستے، دستور، طبیعت، عادت، شریعت اور رواج کے ہیں۔ اس طرح سنتِ انبی کے لفظی معنی، نبی ﷺ کا اپنایا ہوا طریقہ اور سنتِ اللہ کے لفظی معنی، اللہ تعالیٰ کا دستور اور طریقہ ہے۔ (۱)

قرآن مجید میں سنت کا لفظ یوں استعمال ہوا ہے:

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (۲)

”اللہ کا یہی طریقہ ان کے بارے میں بھی تھا جو ان سے پہلے گزر گئے ہیں اور آپ کو اللہ کے کسی دستور میں کوئی تبدیلی نہیں ملے گی۔“

وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَحْوِيلًا (۳)

”اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کوئی تغیر و تبدل نہیں پائیں گے۔“

امام طبری کے مطابق:

”سنت قابلِ تقلید مثال اور لائقِ اتباع چیز کو کہتے ہیں۔“ (۴)

جیسا کہ لبید بن ربیعہ کا شعر ہے۔

من مشعر سنه لهم آباؤهم ولكل قوم سنه و اما مها (۵)

”اس سے پہلے اس کے باپ دادا نے زندگی کی عظمت اور مثال قائم کر دی۔“

مصطفیٰ السباعی کے مطابق:

* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، بحریہ کالج کارساز کراچی، پاکستان۔

” (عربی لغت میں) سنت کے معنی طریق کار اور طرز عمل کے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ نے بھی فرمایا ہے: جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اُسے، اس کا اجر اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا اجر و ثواب ملے گا اور جس نے غلط رواج قائم کیا تو اُسے اس عمل کا گناہ اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ملے گا۔“ (۶)

موسوعۃ الفقہیہ کویت کے مطابق:

”الطريقة والعادة والسيره، حميدة كانت او ذميمة، ثمه استعملت في الطريقة المحموده المستقيمة۔“ (۷)

”سنت کے (لغوی) معنی راستہ، عادت، اچھے یا برے طور طریق کے ہیں، پھر اس لفظ کا استعمال قابلِ تعریف اور درست طریقے کے لیے کیا جانے لگا۔“

معروف عالم دین مولانا تقی امینی کے مطابق:

”سنت کے لغوی معنی مروجہ طور طریقے کے ہیں۔“ (۸)

سنت کی اصطلاحی تعریف

اسلامی اصطلاح میں سنت کا لفظ رسول اللہ کی نسبت سے استعمال ہوتا ہے اور سنت سے مراد حضور اکرم کے وہ اقوال، افعال، تقریرات اور آپ ﷺ کے اخلاقِ جلیلہ ہیں جو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کی روشنی میں اختیار فرمائے۔ جب علماء، سنت کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو ان کے یہاں قول و فعل اور تقریر کے علاوہ صحابہ کرام کے اقوال اور افعال بھی مراد ہوتے ہیں۔ فقہاء و اصولیین اور محدثین کے ہاں سنت کو اس طرح متعارف کیا گیا ہے:

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے سنت کے بارے فرمایا:

”حضور کی سنتیں تین طرح کی ہیں، یا تو قرآن میں جو حکم ہے وہی سنت رسول میں بھی ہے، اور قرآن میں کوئی حکم مجمل ہے اور سنت نے اس کو واضح کر دیا ہے، یا قرآن مجید اس سلسلہ میں خاموش ہے اور سنت کے ذریعہ اس صورت کا حکم معلوم ہوتا ہے۔“ (۹)

مولانا تقی امینی کے مطابق:

”فقہاء کی اصطلاح میں سنت سے رسول اللہ ﷺ کے تمام اقوال و افعال اور دوسروں کے وہ اقوال و افعال بھی اس بنیاد پر سنت میں داخل ہیں کہ ان کے پاس اس کے لیے رسول اللہ کی قولی یا فعلی سند موجود ہوگی۔“۔۔۔ اس کے بعد آپ بحوالہ نور الانوار لکھتے ہیں:۔۔۔ السنة تطلق على قول الرسول و فعله و سكوته و على اقوال

الصحابہ و افعالہم۔ یعنی، ”سنت“ کا اطلاق رسول اللہ کے قول و فعل پر آپ ﷺ کے سکوت پر اور صحابہ کے اقوال پر ہوتا ہے۔“ (۱۰)

صاحب ”کشف الاسرار“ نے سنت کی یوں تعریف بیان کی ہے:

”السنة الطريقة المسلوكة في الدين، من غير افتراض ولا واجب۔“ (۱۱)

”سنت سے مراد ایسا طریقہ جاریہ ہے جو نہ فرض ہو نہ واجب۔“

ابن عابدین کے مطابق سنت کی اصطلاحی تعریف ہے:

”ما ثبت بقوله الصلوة والسلام او بفعله و ليس بواجب ولا مستحب۔“ (۱۲)

”جو (چیز یا بات) رسول اکرم کے قول و فعل سے ثابت ہو اور واجب و مستحب بھی نہ ہو۔“

مصطفیٰ السباعی لکھتے ہیں:

”وقد تطلق السنة في اصطلاح المحدثين ، على ما دل عليه دليل شرع سواء كان ذلك في الكتاب العزيز او عن النبي او اجتهد فيه الصحابه رضی الله عنهم كجمع المصحف ، وحمل الناس على القراءة بحرف واحد وتدوين الدواوين ويقابل ذلك، البدعة ، ومنه قوله عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى۔“ (۱۳)

”محدثین کے نزدیک ”سنت“ کا اطلاق ہر اس عمل پر ہوتا ہے جو کسی بھی شرعی دلیل سے ثابت ہو، خواہ قرآن مجید میں ہو، یا نبی کریم سے منقول ہو یا صحابہ کرام نے اس میں اجتہاد کیا ہو، جیسا کہ قرآن مجید کی جمع و تدوین یا ایک طریقہ پر (یعنی قریشی لغت کے مطابق) قرآن پڑھنے پر لوگوں کو جمع کرنا یا قانون بندی کرنا، اس کا مقابل لفظ ”بدعت“ ہے۔ اسی معنی میں لفظ سنت نبی کریم کے اس فرمان میں استعمال ہوا ہے، ”تم پر میری سنت اور میرے بعد میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم و ضروری ہے۔“

آپ مزید لکھتے ہیں:

”وفي اصطلاح الفقهاء ما ثبت عن النبي من غير افتراض ولا وجوب وتقابل الواجب وغيره من الاحكام الخمسة ، وقد تطلق عندهم على ما يقابل البدعة ، ومنه قولهم۔۔۔ طلاق البدعة كذا۔۔۔ وطلاق السنة كذا۔“ (۱۴)

”فقہاء کی اصطلاح میں سنت سے مراد، ہر وہ حکم ہے جو نبی کریم سے ثابت ہوتا ہو نہ ہی فرض

ہو اور نہ ہی واجب ہو۔ اس معنی کے اعتبار سے سنت کا لفظ، پانچ فقہی احکام میں سے فرض اور واجب کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے، اسی طرح بعض اوقات سنت کا لفظ بدعت کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے،۔۔۔ فقہاء کے قول ”طلاق سنت و طلاق بدعت“ میں سنت کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔“

امام بزدوی کے مطابق:

”ان السنة عندنا قد تقع على سنة نبي عليه السلام و غيره و قال الشافعي مطلقها طريقة النبي۔“ (۱۵)

”ہم خفیوں کے نزدیک سنت کا اطلاق نبی ﷺ کے طریقہ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے طریقہ پر بھی ہوتا ہے، اس کے برعکس امام شافعی کے ہاں مطلقاً نبی اکرم ﷺ کے طریقہ پر ہی سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔“

مالکی فقہاء کے نزدیک ”سنت“ کی تعریف ہے:

الفعل المطلوب طلباً غير جازم۔ (۱۶)

”وہ فعل جس کے کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو، لیکن مطالبہ غیر حتمی ہو، اس فعل کے انجام دینے پر زور نہ دیا گیا ہو۔“

حنابلہ کی رائے ہے کہ سنت وہ فعل ہے جس کے انجام دینے پر ثواب اور انجام نہ دینے پر کوئی سزا نہیں۔ (۱۷)

سنت کی مختلف اقسام

۱۔ اپنی نوعیت بیان کے اعتبار سے رسول اللہ کی سنت تین طرح کی ہے۔

۱۔ قولی ۲۔ فعلی ۳۔ سکوتی یا تقریری

۱۔ سنت قولی یا قول رسول

سنت قولی یا قول رسول سے مراد ہر وہ لفظ ہے جو رسول اللہ کی زبان اقدس سے بیداری کی حالت میں بعد از نبوت قرآن کے علاوہ ادا ہوا ہو (۱۸)۔ ایسی خبر یا روایت جس میں آپ ﷺ کے اقوال کا تذکرہ ملے وہ حدیث قولی کہلاتی ہے۔ مثلاً: آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ (۱۹)

”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“

۲۔ سنتِ فعلی یا فعلِ رسول ﷺ

سنتِ فعلی میں ایسے افعالِ رسول داخل ہیں جو آپ ﷺ نے اختیار کیے ہوں۔ ایسی خبر یا روایت جس میں ایسے امور کا تذکرہ ملے وہ حدیثِ فعلی کہلاتی ہے۔ مثلاً حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسُوِي صَفُوْفَنَا إِذَا قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ - (۲۰)

”جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ ہماری صفیں درست فرماتے۔ جب ہم سیدھے کھڑے ہو جاتے تو اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے۔“

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ (کے اقوال و افعال) کی اتباع کا حکم دیا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

”وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ“

(نبی) کا اتباع کرو، تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ (۲۱)

اسی طرح رسول کی ذاتِ اقدس کو عمدہ نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔“ (۲۲)

”تم لوگوں کے لیے رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔“

۳۔ سنتِ سکوتی یا سنتِ تقریری یا تقریرِ رسول ﷺ

سنتِ تقریری سے مراد ایسے امور ہیں جو نبی کریم ﷺ کے سامنے واقع ہوئے ہوں اور آپ ﷺ نے ان پر خاموشی اختیار فرمائی ہو (یعنی انھیں آپ ﷺ کی تائید حاصل رہی ہو) گویا آپ ﷺ نے ایسے امور کی تصدیق کی ہو اور انھیں برقرار رکھا ہو۔ ایسی خبر یا روایت جس میں ایسے امور کا تذکرہ ملے وہ حدیثِ سکوتی یا تقریری کہلاتی ہے۔ مثلاً حضرت قیس بن عمروؓ کی روایت ہے:

”رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلًا يُصَلِّي بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ رَكَعَتَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةُ

الصُّبْحِ رَكَعَتَانِ، فَقَالَ الرَّجُلُ، إِنِّي لَمْ أَكُنْ صَلَّيْتُ الرَّكَعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَهَا فَصَلَّيْتُهُمَا الْآنَ

فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ۔“ (۲۳)

یعنی حضور ﷺ نے کسی چیز کو کرتے ہوئے دیکھا اور اس پر سکوت فرمایا تو یہ اس کے صحیح ہونے پر دلیل ہوگی اور یہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ بیان کے موقع پر سکوت حقیقی بیان ہی ہے، علامہ شوکانی نے سنتِ سکوتی کے بارے میں لکھا ہے:

”سنتِ سکوتی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کچھ کہا گیا، یا آپ کے زمانے میں کہا گیا اور آپ

کو معلوم ہوا مگر اس پر خاموش رہے اور گرفت نہیں کی، اسی طرح آپ کے سامنے یا آپ کے عہد میں کوئی عمل کیا گیا اور آپ تک اس کی خبر پہنچی مگر آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی تو یہ آپ ﷺ کی طرف سے جواز پر محمول ہوگا۔“ (۲۴)

مثلاً غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر جب صحابہ کرام نے عصر کی نماز کے سلسلے میں اجتہاد کیا تھا جب کہ آپ کا حکم تھا :

”لَا يُصَلِّينَ أَحَدَ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ“ (۲۵)۔

”تم میں سے کوئی شخص نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں جا کر۔“

چنانچہ بعض صحابہ نے اس کو حقیقت پر محمول کیا اور انہوں نے مغرب کی نماز کو مؤخر کیا اور بنو قریظہ پہنچ کر نماز ادا کی، جب کہ دوسرے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ اس حکم سے رسول اللہ کی مراد جلدی جانے پر ترغیب دینا ہے، تو انہوں نے راستہ ہی میں بروقت نماز پڑھ لی، جب حضور ﷺ کو دونوں فریقوں کے اس اجتہادی عمل کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی اور کسی پر نکیر نہیں کی۔ (۲۶)

۴۔ سنت متواتر اور سنت غیر متواتر

۱۔ سنت متواتر

اس سے مراد رسول اکرم ﷺ کے ایسے افعال و طرق ہیں جو عبادات مثلاً؛ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ سے متعلق ہیں اور حضور ﷺ کے زمانے سے لیکر اب تک مسلسل امت کے تعامل میں ہیں۔ ان کے جاننے کے لیے کسی ذخیرہ حدیث کو زیادہ کریدنے کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ یہ خود بخود امت کے تاریخی تعامل سے روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

۲۔ سنت غیر متواتر

اس سے مراد رسول اکرم ﷺ کے دیگر تمام اقوال، افعال و سنن جو سنت متواتر کے علاوہ ہیں۔ ان کے جاننے کے لیے ذخیرہ حدیث کو کریدنے اور تاریخی ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔

سنت کی تقسیم کی بحث میں یہ تقسیم جسٹس ایس اے رحمن کی طرف سے سامنے لائی گئی تھی۔ جو انہوں نے ماہنامہ ترجمان القرآن کے صفحات میں پروفیسر عبدالحمید صدیقی سے مراسلت (۲۷) میں ذکر کی تھی۔

۵۔ سنت عین اور سنت کفایہ: (۲۸)

۱۔ سنت عین ۲۔ سنت کفایہ

۱۔ سنت عین

اس سے مراد ایسا مسنون عمل ہے جو ہر مکلف کے لیے لازم ہو اور اس سے تعمیل کا مطالبہ کیا گیا ہو۔

”ما یسن لکل واحد من المکلفین بعینہ۔“

”تمام مکلفین سے بعینہ کسی مسنون عمل کی بجا آوری۔“

یعنی ہر مکلف کو یہ عمل الگ الگ ادا کرنا ہوتا ہے اور کسی اور کے ادا کرنے سے یہ سنت ادا نہیں ہو گی۔ مثال کے طور پر رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز، یہ کسی اور کے ادا کرنے سے کسی دوسرے پر ساقط نہیں ہوگی بلکہ ہر ایک مکلف الگ سے اپنی اس نماز کا خود ذمہ دار ہے۔

۲۔ سنت کفایہ

اس سے مراد ایسے فعل مسنون کے ہیں جس کا من حیث المجموع مطالبہ ہو نہ کہ انفرادی طور پر۔ اجتماعیت میں سے کسی نے بھی ادا کر دیا ہو تو باقی مکلفین پر ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔

”حیث طلب الشارع الفعل فقط و لیس من واحد بذاتہ او من معین و لم یکن الطلب

جازما۔“

”یعنی جب شارع کسی فعل کا بالعموم مطالبہ کرے نہ کہ معین طور پر ایک، ایک شخص پر لازم کیا گیا

ہو۔“

جس طرح نماز جنازہ، کہ اگر کسی علاقے میں کسی مسلمان کی نماز جنازہ کچھ لوگوں نے ادا کر دی تو بقیہ پر فریضہ ادا ہو گیا۔ امام بیہقیؒ نے المدخل الکبیر الی السنن الکبریٰ میں امام شافعیؒ کا ”کفایہ“ کے حوالے سے قول نقل کیا ہے، آپؒ نے فرمایا؛

”جب تک مسلمان ان صفات پر قائم رہے، یعنی کچھ لوگوں نے تفقہ اختیار کیا۔ کچھ جنازوں میں

شامل ہوتے رہے۔ کچھ نے جہاد میں شرکت کی اور بعض نے سلام کا جواب دیا اور باقی الگ رہے

، تو وہ ہر معاملہ میں حصہ لینے والوں کی فضیلت کو پہنچاتے رہے اور اپنی کوتاہیوں کو پورا کرنے کی

کوشش نہیں کی کہ وہ جانتے تھے کہ یہ لوگ ”کفایہ“ پر کاربند ہیں۔“

۶۔ افعال نبی کی نوعیتوں اور ان کے حکم کے اعتبار سے سنت کی تقسیم

علماء اصول کے مطابق حضور اکرم ﷺ کے جملہ افعال و اعمال سنن۔ (جن کی خبر ہمیں احادیث سے ملتی

ہے) کی تین حیثیتیں یا نوعیتیں ہیں:

۱- اُمور متعلقہ خصائصِ نبی ﷺ (سُنّتِ مخصوصہ):

(۱)- وہ اعمال جو خاص طور پر آپ ﷺ کے لئے مخصوص تھے۔ مثلاً بیک وقت چار سے زیادہ بیویوں سے نکاح، صوم وصال وغیرہ۔ ایسا آپ ﷺ کے لئے جائز اور ہمارے لئے حرام ہے۔

(ب)- وہ اعمال جو آپ ﷺ کے لئے لازم اور ہمارے لئے مسنون و مباح ہیں۔ مثلاً تہجد کی نماز۔

۲- تشریحی اعمال و احکام (سُنّتِ تشریحی):

یہ وہ افعال ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد اور اخلاقی ضابطوں سے ہے اور جن سے احکامِ الہی کا بیان اور وضاحت مقصود ہوتی ہے اور دراصل جس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی و رسول کی حیثیت سے مبعوث فرمایا تھا۔ ان سب افعال و اعمال کی اتباع اور اطاعت اُمت پر فرض ہے۔ یہی دراصل آپ کی سُنّتِ تشریحی ہے، جس کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

۳- حیاتِ انسانی سے متعلقہ اور طبعی اُمور (سُنّتِ ذاتی یا سننِ زوائد):

اس سے مراد وہ امور ہیں جن کا تعلق حضورِ اکرم ﷺ کے اپنی ذاتی ذوق، طرزِ عمل (۲۹) اور اپنی ذاتی پسند و ناپسند سے تھا۔ یہ وہ افعال و اعمال ہیں جن کا تعلق خالصتاً شخصی آزادی اور انسانی مزاج و طبیعت سے ہوا کرتا ہے۔ ظاہر ہے حضورِ اکرم ﷺ نے ایک مخصوص دور، ماحول اور تمدن میں رہنے والے انسان کی حیثیت سے ایک ذاتی مزاج، پسند و ناپسند اور طبیعت کے اعتبار سے کوئی طرزِ عمل اختیار فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کے اس طرح کے افعال کی پابندی اُمت پر فرض نہیں۔ یہ اعمال مباح کے زمرے میں ہیں۔ مثلاً نشست و برخاست، خورد و نوش، چلنا پھرنا، لباس کی مخصوص تراش خراش، جسمانی وضع قطع وغیرہ۔ ان معاملات میں آپ ﷺ کا اور آپ کے وقت اور علاقے کے دیگر لوگوں حتیٰ کہ آپ ﷺ کے مخالفین تک کا طرزِ عمل ایک ہی تھا۔ لہذا یہ پھر کس کی سُنّت ہوگا؟ اسی طرح فی زمانہ بسوں، کاروں کی سواری، گھڑی کا استعمال، اور نئے مشروبات کا استعمال وغیرہ۔ یہ اور اس قسم کے افعال سب طبعی میلانات و رجحانات کے زیر اثر افعال ہیں نہ کہ شرعی۔

حضور ﷺ کی ایک حیثیت بطور انسان تھی۔ اس لحاظ سے حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتی پسند و ناپسند، افرادِ امت پر لازم نہیں تھی۔ حضور کی حیاتِ مبارکہ سے بہت سی مثالیں ملتی ہیں جہاں آپ ﷺ نے اس چیز کو پیش نظر رکھا۔ چند مثالیں پیش نظر ہیں:

فتح مکہ کے موقع پر ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ دسترخوان پر تشریف فرما تھے تو صب (گاوہ) کا گوشت (۳۰) بھی دسترخوان پر لایا گیا۔ آپ ﷺ نے ذاتی طور پر اسے ناپسند کیا اور فرمایا: 'نہم

یکن بارضِ قومی، فانی اجدنی اعافہ۔۔۔ یہ چیز میرے علاقے میں رائج نہیں اس لیے میں اس کو ذاتی طور پر پسند نہیں کرتا۔“ دسترخوان پر آپ کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی موجود تھے، انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں کھالوں؟ تو آپ ﷺ نے پلیٹ انھیں دے دی۔ حال آنکہ وہ حضور اکرم ﷺ کے محولہ بالا کلمات بھی سن چکے تھے یہ گوشت تناول فرمایا، جیسا کہ حضور نے خود ہی انھیں اپنے دست مبارک سے ہی دیا تھا۔ (۳۱) اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کا بطور انسان اپنا ذاتی ایک ذوق اور پسند ناپسند رکھتے تھے مگر اہل ایمان پر آپ ﷺ کی ”ذاتیات“ کو لازم نہیں کیا گیا۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ:

ایک دفعہ رسول اللہ ایسے گروہ کے پاس سے گزرے جو زکھجور کا گودا مادہ کھجور میں ڈال رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور اکرم ﷺ نے پوچھا ”یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟“ لوگوں نے بتایا کہ زکھجور کا گودا مادہ کھجور میں ڈال رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔“ تو ان لوگوں کو حضور کے اس ارشاد کی خبر دی گئی تو انھوں نے یہ عمل ترک کر دیا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس بار کھجوریں اچھی نہ ہوئیں۔ جب اس بات کا حضور ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”انما انا بشر اذا امرتکم بشئ من رأی فانما انا بشر۔ انتم اعلم بامور دنیا کم۔ (۳۲)

”... یعنی میں بھی انسان ہوں؛ جب میں تمہیں دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو تم اس پر عمل

کرو اور جب میں (دنیاوی امور میں) اپنی رائے سے کوئی حکم دوں تو میں بھی انسان ہوں، اور تم

اپنے دنیاوی معاملات کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔“

اسی طرح غزوہ حنین و اوطاس میں مؤلفۃ القلوب کو مالِ غنیمت دینے کا معاملہ ہو یا صلح حدیبیہ کے معاہدے سے چودہ سو مہاجرین و انصار صحابہ کی ناراضی کا معاملہ۔ حضرت علیؓ کی طرف سے معاہدہ حدیبیہ میں لفظ ”رسول اللہ“ کو حضور کے کہنے کے باوجود نہ مٹانے کا معاملہ ہو یا سیدنا عمرؓ کا حضور اکرم ﷺ کی طرف سے آپؐ کو بطور سفیر مکہ مقرر کرنے کے باوجود آپؐ کا جانے سے عذر و انکار کا مسئلہ۔ سیدنا اسامہ بن زیدؓ کو امیر لشکر بنائے جانے پر اکابر صحابہ کے اعتراض کا معاملہ ہو یا جناب مغیثؓ کے سیدہ بریرہؓ سے محبت ہو جانے پر رسول اللہ کی طرف سے بریرہؓ کو مغیثؓ سے نکاح کر لینے کے لیے کہنے کے باوجود سیدہ بریرہؓ کے انکار کا مسئلہ ہو۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت عمرؓ کو ”لا الہ الا اللہ“ کہنے والے کے لیے دخولِ جنت کی بشارت سب کو سنادینے کا فرمان اور حضرت عمرؓ کی طرف سے مصلحتاً ایسا کرنے کی مخالفت اور آپ ﷺ کی طرف سے قبولیت ہو یا قرآن میں مذکورہ

حضورِ اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت زید بن حارثہؓ کو حضرت زینبؓ کو طلاق نہ دینے کا فرمان اور اس کے باوجود ان کی طرف سے طلاق دے دینے کا معاملہ ہو، ان تمام معاملات میں صحابہ کرامؓ نے حضور سے اختلاف کیا اور اس کے برعکس طرزِ عمل اختیار فرمایا، اس کے باوجود یہ سب اصحابِ رسول اللہ لائقِ صدا احترام اور معتبر رہے۔ (۳۳)

مولانا محمد حنیف ندوی نبوت کی تین سطحوں میں سے سطحِ بشری کی وضاحت کرتے ہوئے اس حدیثِ مبارکہ کے تناظر میں لکھتے ہیں:

”کیوں کہ نبوت کا، بہر آئینہ ایک متعین دائرہ ہے۔ اس دائرے میں نبی سے بڑھ کر اور کوئی شخص اعلیٰ یا افضل یقیناً نہیں ہو سکتا۔ لیکن زندگی و وجود کے کچھ دائرے یا حلقے بھی ہیں اور یہ قطعی ضروری نہیں کہ ان سب کے متعلق بھی انبیاء کی رائے اتنی ہی حجیت و استناد کی متقاضی ہو، جتنی کہ امورِ دینی میں۔ جس طرح ایک طبیب کا قول فنِ تعمیر میں اور ایک شاعر کی بات مصوری میں مستند نہیں ہوتی، اسی طرح پیغمبر جب دائرہ بشریت کی بات کرتا ہے یا اس سطح سے متعلق کچھ کہتا ہے تو اس کے رد و قبول میں (اُمتی کو) اختیار ہے۔“ (۳۴)

پس معلوم ہوا کہ کوئی ایسی نص و سنت جو اجتماعی و دنیاوی معاملات کے برعکس، محض حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتی و بشری زندگی سے متعلق کسی معاملے کی نشاندہی کر رہی ہو تو اُمت کے لئے اُس پر عمل کرنا لازم نہیں کیا جاسکتا اور اس کے برخلاف کوئی دوسرا مناسب راستہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح رسالت مآب ﷺ نے محولہ بالا حدیث میں خود اجازت مرحمت فرمائی ہے اور ایسا کرنا کوئی معیوب بھی نہیں ہے۔

ظاہر ہے اسلام تا قیامت دینِ ہدایت ہے اور وقت کے تقاضوں سے عہدہ براء ہونے اور انسان کی شخصی آزادی کی حفاظت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ جس کے تحت انسانی زندگی کا ایک دائرہ کھلا رکھا گیا ہے تاکہ وقت اور زمانے کے بدلنے کے ساتھ ساتھ انسان اپنے لئے مناسب رویے کا انتخاب کر سکے۔ اور بالکل لکیر کا فقیر ہی نہ بن جائے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ کسی بھی وقت زندگی کے اس شعبہ میں کسی چیز کے انتخاب کے وقت اسلام کی بنیادی روح کا خیال رکھا جائے۔ فرض کریں اگر حضورِ اکرم ﷺ آج کے دور میں ہوتے تو کیا آپ ﷺ جدید دور کی تمام سہولتیں استعمال نہ کرتے اور اللہ کے پیغام کو عام کرنے کے لئے جدید ذرائع استعمال نہ کرتے؟ یقیناً ضرور کرتے۔ اور پھر یہ سب کچھ بھی آپ ﷺ کی سنت میں ہی شمار کیا جاتا۔ شریعت کا اُصول ہے۔ ”ہر چیز اصل میں مباح ہے۔“ (۳۵)

یعنی جس چیز کے بارے میں شریعت میں ممانعت نہیں آئی اور وہ اُصولاً جائز ہے۔ البتہ جن طبعی امور کی پابندی کا شریعت میں واضح حکم دیا گیا ہو ان پر عمل کرنا لازم ہے۔ مثلاً دائیں ہاتھ سے کھانا وغیرہ۔ کیونکہ بعض اعمال

کی مخفی حکمتیں ہوتی ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مطلع فرما رکھا تھا۔ اور حضور اکرم ﷺ نے تاکیداً اُمت کو بتا بھی دیا۔

ایک اہم نکتہ:

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ حدیث رسول اور آپ ﷺ کی سنتِ قولی سے کوئی حکم مستنبط کرتے وقت اُس فرمان و سنتِ نبوی کا موقع و محل، پس منظر اور اسکی علت اور سبب کو جاننا بہت ضروری ہے۔ ورنہ استنباطِ حکم میں سخت غلط فہمی کے امکانات رہتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ کے بعض اقوال و افعال زمان و مکاں اور حال و حالت سے منسلک ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے ہر قول کا اطلاق ہر ایک صورتحال پر نہیں ہوتا۔ جہاں اسکی علت و سبب اور ویسی حالت و صورت پائی جائے گی اُسی معاملے پر اس کا اطلاق بھی ہوگا۔ مثلاً تشبہ بالقوم والی حدیث ہو یا پاجامے کی لمبائی کا مسئلہ ہو۔ ہر حدیث کا ہر وقت، اور ہر حالت و صورت میں اطلاق کرنا اصولاً غلط فہمی پر مبنی ہے۔ (احتیاط کے تقاضے اور محبتِ رسول ﷺ کے جذبات اپنی جگہ) یہی وجہ ہے کہ متقدمین علماء کرام نے اسبابِ حدیث پر کتابیں لکھ کر کئی احادیث کے اسبابِ تحدیثِ رسول ﷺ کو واضح کرنے کی کوشش فرمائی ہے مثلاً: امام جلال الدین سیوطی کی ”اسباب الحدیث“۔ (۳۶)

۵۔ سنت کی تحسینِ مصدرِ قانونِ اسلامی، تقسیم

قرآن مجید کے بعد چونکہ سنتِ شریعتِ اسلامیہ کا دوسرا مصدرِ قانون ہے اور خود قرآن مجید کے فہم کے لیے بھی سنتِ ناگزیر ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے نزدیک سنت کی ایک اور تقسیم بھی کی جاسکتی ہے، یعنی قرآن مجید کے ساتھ اپنے تعلق کے اعتبار سے بطور مصدرِ قانونِ اسلامی، سنت تین طرح کی ہے۔

۱۔ مؤید قرآن سنت ۲۔ مبین قرآن سنت ۳۔ زائد از قرآن دائم الحکم سنت

۱۔ مؤید و مؤکد قرآن سنت رسول اللہ ﷺ کی ایسی سنت جو قرآن مجید کے حکم کی تائید و تاکید کرتی ہے۔ جس طرح قرآن مجید سے کسی حکم کی دلالت ہوتی ہے اسی طرح سنت سے بھی حکم کی دلالت ہوتی ہے۔ مثلاً حکم قرآنی ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتَدُلُّوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِنَأْكُلُوا فَرِيضًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (۳۷)

”اور تم لوگ نہ ہی آپس میں ناجائز طور پر ایک دوسرے کا مال کھاؤ اور نہ ہی حکام کے آگے اس لیے پیش کرو کہ تمہیں جانتے ہوئے دوسرے کا مال ظلم سے کھانے کا موقع مل جائے۔“

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا موافق و موید حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

لا یحل مال امری مسلم الا بطیب من نفسه۔ (۳۸):

”یہ جائز نہیں کہ کسی مسلمان کا مال اس کی مرضی کے بغیر لے لیا جائے۔“

۲۔ مبین و مفسر قرآن سنت

قرآن مجید کے بعض احکام مجمل ہیں اور سنت سے ان کی تفصیل، وضاحت، تخصیص اور تحدید ملتی ہے۔ مثلاً:

قرآنی حکم ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا۔ (۳۹)

”چور مرد و چور عورت، دونوں کا ہاتھ کاٹ دو۔“

سنت سے اس حکم قرآنی کی تخصیص و تحدید اور وضاحت ملتی ہے کہ یہاں ہاتھ سے مراد داہنا ہاتھ

ہے۔ ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جب چور (پہلی بار) چوری کرے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دو۔ پھر (دوسری بار) چوری کرے تو

اس کا بائیں پاؤں کاٹ دو۔ پھر (تیسری بار) چوری کرے تو اس کا بائیں ہاتھ کاٹ دو۔ پھر (چوتھی

بار) چوری کرے تو اس کا دایاں پاؤں کاٹ دو۔“ (۴۰)

۳۔ زائد از قرآن دائم الحکم سنت

قرآن مجید میں بعض معاملات میں سکوت ہے اور سنت ایسے معاملات کے متعلق مستقل حکم رکھتی ہے۔ مثلاً پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی حرمت، دادی کی وراثت، شادی شدہ زانی کی سنگساری کا حکم وغیرہ، یہ سب سنت کے مستقل احکام ہیں جو اسلامی قانون کا حصہ ہیں۔

سنت کی حجیت و اہمیت

قرآن و سنت ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ صرف قرآن مجید پر اکتفا کرنا اور اس کے فہم میں سنت سے مدد نہ لینا تفہیم دین کے لیے ناکافی ہے اور سراسرگراہی کا باعث ہے۔ سنت سے توسط و تمسک انتہائی ضروری ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

”فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ يُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ“۔ (۴۱)

”جو لوگ امر رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں خائف رہنا چاہیے کہ مبادہ وہ کسی مصیبت میں نہ

پھنس جائیں یا عذابِ الیم میں گرفتار نہ ہو جائیں۔“

سنت کے علم کا ذریعہ احادیثِ رسول ﷺ ہیں اور فہمِ قرآن کے لیے حدیث کی تحقیق و اتباع ضروری ہے، خود احادیث میں ایسے بہت سے دلائل موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ صرف کتاب اللہ پر اکتفا کافی نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ سنتِ رسول اللہ اور حدیث سے رہنمائی حاصل کرنا از حد ضروری ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

”ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ تم میں سے کوئی شخص مسہری پر تکیہ لگا کر بیٹھے گا اور میری حدیث بیان نے جو کچھ حرام کر دیا وہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ نے حرام کیا ہے۔“ (۴۲)

یعنی احادیث صرف قرآن مجید کی تشریح ہی کا ذریعہ نہیں ہیں بلکہ احادیثِ رسول اللہ میں بھی مستقل احکام دین بیان ہوئے ہیں جن کی اتباع ضروری ہے۔ احکام اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ جس پر مسلمانوں کا تقریباً اجماع ہے، وہ یا تو سنت سے ماخوذ ہے یا اس کی تشکیل میں سنت کا بہت زیادہ حصہ ہے، مثلاً رضاعت سے حرمت نکاح کا ثبوت یا بیوی کے ساتھ اس کی چچی اور ممانی کو جمع کرنے کی حرمت حدیث پر ہی مبنی ہے۔ (۴۳)

عقلی طور پر بھی یہ واضح ہے کہ خالق کی تعلیمات و احکامات کا منشاء حقیقی طور پر وہی ذات ہی صحیح جانتی ہے جسے براہ راست اس تعلیم سے نوازا گیا۔ اور وہ ذاتِ عالی مقام، رسول اللہ ہی ہیں۔ اس لیے یہ ناممکن ہے کہ اُس ذات سے بری الذمہ ہو کر ہم دینِ متین کو سمجھ سکیں۔ اللہ کے انبیاء و رسل ہی اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ و راستہ اور اس کی جانب سے ملنے والی تعلیمات و احکامات کے مبلغ و مفسر ہیں۔ لہذا سنتِ رسول ﷺ کا اتباع ضروری ہے۔

اسی طرح کی رائے امیر بادشاہ نے بھی ظاہر کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”سنت رسول حجت ہونا چاہیے، وہ مفید فرضیت ہو یا وجوب یا کچھ اور ایسی ضرورت دینیہ میں داخل ہے، جس کا علم بالبداهت ہر اُس شخص کو حاصل ہے جو صاحبِ عقل و تمیز ہو، یہاں تک کہ عورتیں اور بچے بھی اس باب کو جانتے ہیں کہ جس کی نبوت ثابت ہے وہ اللہ کی طرف سے جو خبر دیتا ہے اس میں وہ سچا ہے اور اس کی اتباع واجب ہے۔“ (۴۴)

سنتِ رسول ﷺ کی قرآنی بنیادیں

اسلامی شریعت میں سنت کی حجیت کو جاننے کے لئے خود رسول خدا کی مختلف حیثیتوں کو سمجھنا پڑے گا جو قرآن مجید نے واضح کرتے ہوئے سنتِ رسول اللہ کی مستحکم بنیادوں کے طور پر متعین کی ہیں؛ مثلاً:

۱: رسول اکرم ﷺ اُمت کے لئے مطاع ہیں اور آپ ﷺ کی اطاعت ہر شخص پر واجب ہے۔

”اللہ کی اطاعت کرو اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔“ (۴۵)

- صاحب ”اعلام الموقعین“ کے مطابق؛ رسول ﷺ کی اطاعت مستقل واجب کی کہ جیسے کہ خود اپنے احکام کی۔ بلکہ آپ ﷺ کا ہر حکم واجب التعمیل ہے خواہ وہ حکم کلام اللہ میں ہو یا نہ ہو۔“ (۴۶)
- ۲: رسول، اللہ کی حیثیت ہادی اور امام کی ہے، اور اس حیثیت اُن کی اطاعت لازم ہے۔ (۴۷)
- ۳: اللہ کے رسول کا مقام یہ ہے کہ ہر اختلاف میں آپ کو فیصلہ ساز ماننا اور دل و جان سے آپ کے فیصلے کو قبول کرنا تمام اہل ایمان پر فرض ہے، بلکہ، شرط ایمان ہے۔ (۴۸)
- ۴: اللہ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ کی اطاعت بھی کامیابی کے لئے از حد ضروری ہے۔ (۴۹)
- ۵: اللہ کے رسول کا مقام یہ ہے کہ آپ کی ہر بات ماننا ضروری ہے۔ (۵۰)
- ۶: ایک بندہ مؤمن پر رسول اللہ کا حق اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ (۵۱)
- اسی بات کو خود نبی اکرم نے یوں بیان کیا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ (۵۲)

”تم میں سے اُس وقت تک کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (رسول اللہ) اس کے نزدیک اپنے والد، اولاد حتیٰ کہ سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ جاؤں۔“

- ۷: اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و خوشنودی کے حصول کے ساتھ ساتھ رسول کی خوشنودی کا حصول بھی ضروری بلکہ شرط ایمان ہے۔ (۵۳)

۸: رسول اللہ کی حیاتِ کاملہ کو انسانوں کے لئے نمونہٴ تقلید قرار دیا گیا ہے۔ (۵۴)

”تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ اُس کے لئے جو اُمید رکھتا ہے اللہ کی اور یوم قیامت کی اور یاد کرتا اللہ کو بہت زیادہ۔“

- ۹: قرآن مجید میں رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔ (۵۵)

حجیت سنت اور آحادیہٴ رسول ﷺ

سنتِ رسول اللہ کے دینِ اسلام میں مقام و مرتبے کے حوالے سے خود رسول اللہ کے اپنے فرامین سے یوں راہنمائی ملتی ہے: آپ ﷺ کے ارشاداتِ اقدس ہیں:

☆ ”فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي۔۔۔“ (۵۶)

”تمہارے لیے میری سنت لازم ہے۔“

☆ ”تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ۔“ (۵۷)

”میں تمہارے درمیان دو چیزوں کو چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ہے۔“

☆ ”الْأَوَّلِيَّيْنِ أَوْ تَيْتِ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ“ - (۵۸)

”یاد رکھو! مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اسی جیسی ایک چیز۔“

☆ ”خُذُوا عَنِّي مَنَابِسِكُمْ“ - (۵۹)

”حج کے ارکان مجھ سے سیکھو۔“

سنت رسول ﷺ بھی کتاب اللہ ہی ہے

جہاں قرآن مجید کو ”کتاب اللہ“ کہا گیا ہے، وہاں سنت و حدیث رسول پر بھی ”کتاب اللہ“ کا اطلاق ہوتا ہے۔ کتاب اللہ سے مراد لغت کی کتب میں ”فرائض اور حکم“ ہیں۔ (۶۰) اور احادیث صحیحہ میں بھی فرائض و احکام بیان ہوئے ہیں۔ اس لیے سنت و حدیث کو بھی کتاب اللہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید میں واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ“ - (۶۱)

”مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ (مہینوں) کی ہے۔ اسی دن سے جب آسمان

اور زمین کو پیدا کیا ان میں چار حرمت اور ادب کے ہیں۔“

محولہ بالا آیت کریمہ کے مطابق کتاب اللہ میں بارہ مہینوں کی گنتی بتائی گئی ہے، ظاہر ہے کہ اگر کتاب اللہ سے مراد اگر صرف قرآن مجید ہی ہے تو اس میں بارہ ماہ اور ساتھ حرمت والے چار مہینوں کی تفصیل بھی لازمی ہونی چاہیے۔ لیکن قرآن مجید سے نہ ہی بارہ مہینوں کی گنتی اور نہ ہی حرمت والے چار ماہ کی کوئی تفصیل ملتی ہے۔ اس کی تفصیل تو رسول اللہ ﷺ نے واضح کی ہے۔ (۶۲)

خود رسول اللہ نے بھی اپنی احادیث کو کتاب اللہ قرار دیا ہے، ”واقعہ عسیف“ (بمعنی مزدوری) احادیث کی کتب میں مشہور ہے۔ مختصر یہ کہ دو گروہ اپنا معاملہ رسول اللہ کے سامنے لیکر آئے اور ایک شخص نے رسول اللہ سے کہا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اس پروردگار کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اور جس کا ذکر بلند ہے! میں تم دونوں کے

درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ سو بکریاں اور غلام (جو تو نے دیئے) تجھے واپس ہوں

گے اور تیرے بیٹے کی سزا سوکوڑے ہوں گے اور ایک سال کی جلا وطنی، اور اے انیس کل صبح اس عورت کے پاس جاؤ اگر وہ زنا کا اعتراف کرے تو اسے رجم کر دو۔ چنانچہ صبح انیس اس کے پاس گئے، اس نے اعتراف کیا تو انیس نے اسے رجم کر دیا۔“ (۶۳)

محولہ بالا حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث بھی کتاب اللہ ہے، کیونکہ جو حکم رسول اللہ نے جاری فرمایا، یہ حکم رجم، قرآن میں موجود نہیں۔ مگر یہ صرف احادیث میں موجود ہے اور رسول اللہ نے قسم کھا کر یہ فیصلہ فرمایا کہ میں تم میں کتاب اللہ سے ضرور فیصلہ کروں گا۔

امام ابو جعفر الطحاوی نے اس فرمان رسول کے بارے میں فرمایا:

”کتاب اللہ سے رسول اللہ نے اللہ کا حکم مراد لیا ہے۔ اگرچہ وہ حکم کتاب اللہ میں صراحت سے مذکور نہیں ہے، لیکن ہم نے رسول اللہ کا حکم کتاب اللہ کے ساتھ قبول کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے ”جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع کرے تو باز آ جاؤ۔“ لہذا جب وہ (اطاعتِ رسول) کتاب اللہ کی وجہ سے ہی ہے تو آپ ﷺ کا حکم قبول کرنا بھی واجب ہوا۔ یقیناً رسول اللہ کا ہر فیصلہ جو آپ نے صادر فرمایا وہ کتاب اللہ کے ساتھ ہے، اگرچہ وہ حکم کتاب اللہ میں واضح طور پر مذکور نہ بھی ہو۔“ (۶۴)

رسول اللہ کا اپنا فرمان بھی ہے:

”--الا و انی واللہ و قد امرت و وعظت و نہیت عن اشیاء انہا لمثل القرآن اؤ اکثر--“ (بروایت عربیاض ابن ساریہؓ) (۶۵)

”--اللہ کی قسم! بلاشبہ خبردار! میں نے بعض کاموں کا حکم دیا ہے اور نصیحت کی ہے اور بعض چیزوں سے روکا ہے، وہ قرآن پاک کی مانند ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے۔--“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”ان اللہ بعث محمد ﷺ بالحق وانزل علیہ الکتب فکان مما انزل اللہ ایتۃ الرجم فقرانا ہا وعقلناہا ووعیناہا۔ رجم رسول اللہ ورجمنا بعدہ فاخشى ان طال بالناس ذمان ان یقول قائل واللہ ما نجد ایتۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترك فریضة انزلہا اللہ والرجم فی کتاب اللہ حق علی من ذنی اذا احصن من الرجال والنساء“ (۶۶)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ ﷺ پر کتاب نازل کی اور جو کچھ اللہ

نے نازل فرمایا اس میں آیت رجم بھی ہے۔ ہم نے اسے پڑھا، سمجھا اور محفوظ کیا۔ رسول اللہ نے رجم کیا اور ہم نے آپ ﷺ کے بعد بھی رجم کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ ایک طویل عرصے کے بعد کہنے والا یہ نہ کہے کہ ہم رجم کی آیت کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے اس فریضے کو جس سے اللہ نے نازل فرمایا ہے چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں اور رجم کی سزا اللہ کی کتاب میں برحق ہے اس مرد عورت کے لیے جو شادی شدہ ہو کر زنا کرے۔“

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے جو مذکورہ بالا خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے احادیث کو کتاب اللہ قرار دیا اور رجم کے بارے میں فرمایا کہ یہ حکم قرآن مجید میں کہیں موجود نہیں ہے، لیکن ہم کتاب اللہ میں پاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہ اعتقاد تھا کہ قرآن مجید کے علاوہ احادیث و سنت بھی کتاب اللہ ہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے صحابہ سے خطاب میں اعلانیہ حدیث کو بھی ”کتاب اللہ“ قرار دیا۔ جب کہ اصحاب میں سے کسی صحابی نے آپ کے اس ادعا کا انکار نہیں کیا۔ یقیناً یہ بات، صحابہ کے ہاں مجمع علیہ ہے۔

خلفاء راشدین کا حدیث و سنت رسول ﷺ کے حوالے سے طرز عمل

اصحاب رسول ﷺ حدیث و سنت کے سخت پابند تھے۔ مثلاً:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حدیث و سنت رسول ﷺ

حضرت ابو بکر صدیق کے سامنے جب کوئی قانونی مسئلہ آتا تو پہلے وہ قرآن حکیم میں اس کا حل تلاش کرتے، اگر وہاں نہ ملتا تو سنت کی طرف رجوع کرتے، اگر سنت میں بھی نہ ملتا تو لوگوں سے دریافت کرتے کہ اس معاملے میں رسول اللہ کے فیصلے کا کسی کو علم ہے؟ بسا اوقات صحابہ میں کچھ لوگ بتا دیتے کہ رسول اللہ نے اس معاملے میں یہ فیصلہ فرمایا ہے۔۔۔ صدیق اکبر سنت سے سب ملنے پر خوش ہو کر فرماتے تھے: الحمد لله الذی جعل فینا من یحفظ عن سنن نبینا۔“ (۶۷)

اسی طرح دور صدیقی کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دادی پوتے کی میراث کا مطالبہ لے کر آئی جس کی ماں مرچکی تھی، حضرت ابو بکر صدیق نے کہا میں کتاب اللہ میں ایسا کوئی حکم نہیں پاتا جس کی رو سے تجھے ماں کا حصہ پہنچتا ہو، پھر انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ نے تو اس معاملے میں کوئی حکم نہیں دیا اس پر مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن سلمہ نے شہادت دی کہ حضور ﷺ نے دادی کو ایسی صورت میں چھٹا حصہ دیا ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے سنت نبوی ﷺ کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ (۶۸)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انتہائی نازک مواقع پر بظاہر بڑے اہم مصالح و اغراض کو نظر انداز کر کے حضور اکرم ﷺ کے فیصلوں اور سنت کو نافذ Impliment کیا جس کی ایک نمایاں مثال لشکرِ اسامہ کی سربراہی کا معاملہ بھی ہے، کہ آپؐ نے کئی اکابر صحابہ کی تجویز کے باوجود حضور اکرم ﷺ کے مقرر کردہ نوجوان صحابی اسامہ بن زیدؓ کو ہی سربراہی پر برقرار رکھا۔ (۶۹)

۲۔ حضرت عمرؓ اور حدیث و سنتِ رسول ﷺ

حضرت عمرؓ کے دور میں جب مجوسیوں سے جزیہ لینے کا مسئلہ پیدا ہوا تو آپ اس سلسلے میں متردد ہوئے کہ کیا کیا جائے؟۔ چنانچہ عبدالرحمان بن عوفؓ نے اس حوالے سے رسول اللہ کی حدیث آپ کو بیان کی تو آپ کا تردد ختم ہوا اور آپ نے پورے اطمینان کے ساتھ جزیہ لینے کا فیصلہ صادر فرما دیا۔ امام غزالیؒ نے اسے یوں نقل کیا ہے:

”قال عمر ما ادرى ما اضع بالمجوس و ليسوا اهل الكتاب، فقال عبدالرحمن بن عوف

سمعت رسول الله ﷺ يقول سننوا بهم سنة اهل الكتاب۔“ (۷۰)

اسی طرح ایک بار حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بار دوران حج خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے جب حجرِ اسود کا بوسہ لیا تو فرمایا:

”وَأِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ وَأَنَّكَ لَا تَنْصُرُ وَلَا تَنْفَعُ وَلَا تَوْلَا أَنَّنِي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَبْلَكَ مَا قَبَّلَكَ“۔ (۷۱)

”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے، اگر میں نے اپنے

حبیب رسول اللہ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے نہ چومتا۔“

حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد اس بات کا عکاس ہے کہ آپ ﷺ کا فعلِ حجت ہے، اسی لیے تو حضرت عمرؓ نے

آپ ﷺ کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔

۳۔ حضرت عثمانؓ اور حدیث و سنتِ رسول ﷺ سے تمسک

مسند احمد میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی وابستگی حدیث و سنت کا ایک واقعہ مذکور ہے جو مختصراً یوں ہے کہ ایک بار حضرت عثمانؓ دیگر مسلمانوں کے ہمراہ جن میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے، احرام باندھ کر سفر حج پر نکلے اور قُذَیْد کے مقام پر پہنچے تو کھانے کے وقت دسترخوان پر چکور کا تلا ہوا گوشت پیش کیا گیا۔ حضرت علیؓ کی طرف سے آپؐ کو بتایا گیا کہ حالتِ احرام میں یہ گوشت ہم استعمال نہیں کر سکتے۔ جس پر آپؐ نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ چکور کے شکار کا نہ ہی ہم نے حکم دیا ہے اور نہ ہی ہم نے خود شکار کیا ہے لہذا اس گوشت کو کھالینے میں کوئی حرج نہیں۔ تو حضرت علیؓ نے

آپ کو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے مطلع کیا کہ ”حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بحالت احرام گور کر کی ران پیش کی گئی تھی آپ ﷺ نے فرمایا تھا ہم لوگ احرام کی حالت میں ہیں، چاہیے کہ یہ گوشت انھیں کھلایا جائے جو احرام سے نہ ہوں۔ چنانچہ حضور کا یہ قول و عمل سنت ہی آپ نے وہ گوشت تناول فرمانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ (۷۲)

اسی طرح ایک بار حنفہ میں حضرت عثمانؓ کے سامنے حج تمتع (۷۳) کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا تم حج کے مہینوں میں خالص حج ہی کیا کرو کاش کہ تم عمرے کو پیچھے کر دیتے کہ تمہیں دو دفعہ بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب ہوتی تو کتنی بڑی فضیلت حاصل ہوتی۔ یہ بات سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا: آپ ایک سنت کی طرف قصد کر رہے ہیں (یعنی حج تمتع مسنون ہے) اور اللہ تعالیٰ نے جو رخصت اپنے بندوں کو اپنی کتاب میں دے رکھی تھی آپ ان پر تنگی کر رہے ہیں اور اس سے روک رہے ہیں، حاجت والوں اور دور دراز والوں کے لیے یہ ہے اور پھر فرمایا لیجیے میں حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھتا ہوں۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ لوگوں کے مجمع میں آئے اور فرمایا: کیا میں نے تمہیں تمتع سے روکا ہے؟ سنو میں ہرگز نہیں روکتا وہ تو میں نے اپنی رائے کی طرف اشارہ کیا تھا جو چاہے مان لے جو چاہے شوق سے چھوڑ دے۔“ (۷۴)

یہاں پر اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں خلفاء راشدین کا طرز عمل سنت کے بارے میں ایک ہی ہے۔ حضرت علیؓ نے اگر تمسک بالسنت کا مظاہرہ کیا ہے تو حضرت عثمانؓ نے بھی سنت کے مقابلے میں اپنی رائے کو اہمیت نہیں دی۔

دیگر اصحاب رسول اور حدیث و سنت رسول ﷺ سے تمسک

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک بار ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو گودنا کراتی یا کرتی ہیں اور ان پر جو چہرے کے بال اکھڑواتی ہیں اور حسین بننے کے لیے دانتوں کے درمیان دراڑ پیدا کر کے اللہ کی تخلیق میں تغیر کرتی ہیں، اس حدیث کو بنو اسد کی ایک عورت نے سنا تو حضرت عبداللہ بن مسعود سے کہا آپ کی یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے اور معلوم ہوا کہ آپ فلاں فلاں قسم کی عورتوں پر لعنت کرتے ہیں، حضرت عبداللہ نے کہا میں اس پر کیسے لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ میں موجود ہے، اُس عورت نے کہا میں نے بھی قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے تو اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی، اس پر حضرت عبداللہ نے کہا۔ ”اگر تو نے غور سے پڑھا ہوتا تو ضرور نظر آتی، کیا اللہ نے نہیں فرمایا؟“ مَّا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔“ (۷۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:

”جس نے ایسی رائے نکالی جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ سنت رسول اللہ میں، میں نہیں کہہ سکتا کہ خدا کے ہاں اس کا کیا حال ہوگا؟ فرماتے ہیں دین تو صرف قرآن و حدیث میں ہی ہے۔ اب کوئی شخص اپنی رائے سے کچھ کہہ دے میں یہ نہیں جان سکتا کہ اس کی نیکیوں کے دفتر میں لکھا جائے گا یا برائیوں کے؟“ (۷۶)

فقہائے اربعہ اور حدیث و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسک

امام ابو حنیفہؒ اور تمسک بالسنة

آپؒ نے فرمایا:

- ۱- لو لا اسنن ما فہم احد منا القران۔ اگر سنتیں نہ ہوتیں تو ہم میں سے کوئی قرآن مجید کو نہ سمجھ سکتا۔“
 - ۲- ”لم تنزل الناس فی صلاح ما دام منهم من یطلب الحدیث فاذا اطلبوا العلم بلا حدیث فسدوا۔“
- ”لوگ اس وقت تک خیر و صلاح میں رہیں گے جب تک ان میں حدیث کے طالب موجود رہیں گے اور جب وہ بغیر حدیث کی علم حاصل کریں گے تو فساد اور بگاڑ میں مبتلا ہو جائیں گے۔“ (۷۷)

امام شافعیؒ اور تمسک بالسنة

آپؒ نے فرمایا:

”اجمع المسلمون علی ان من استبان له سنة عن رسول الله لم یحل له ان یدعها بقول

احد۔“ (۷۸)

”مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب کسی پر رسول اللہ کی سنت واضح ہو جائے تو پھر اس کے لیے کسی کے قول کی وجہ سے اس کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔“

امام مالکؒ اور تمسک بالسنة

آپؒ فرماتے ہیں:

”کل ما وافق الكتاب والسنة فخذوه و کل ما لم لوافقہ والسنة فاتر کوہ۔“ (۷۹)

”ہر وہ چیز جو کتاب و سنت کے موافق ہو اسے قبول کر لو اور جو مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔“

امام احمد بن حنبلؒ اور تمسک بالسنة

آپؒ نے فرمایا:

”من رد حدیث رسول الله فهو علی شفا ہلکة۔“ (۸۰)

”جس نے رسول اللہ کی حدیث کو رد کر دیا وہ ہلاکت کے کنارے پر آ گیا۔“

احادیثِ احکام

سنت چونکہ اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ و مصدر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت معلوم کرنے کا بڑا ذریعہ احادیثِ رسول ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ احادیث کے اس ذخیرے میں سے احادیثِ احکام کی تعداد کم ہے جو تقریباً آٹھ ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ بقول علامہ رازی (۸۱) وغزالی (۸۲) وہ غیر محدود بھی نہیں ہیں۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسی احادیث کی تعداد تین ہزار (۸۳) ہے۔

جس طرح آیاتِ احکام اسلامی قانون کی بنیاد ہیں اسی طرح احادیثِ احکام بھی اسلامی قانون کی بنیاد ہیں۔ علماء کرام نے احادیثِ احکام کو جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور کئی کتابیں تیار کر کے امتِ مسلمہ کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ بقول مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس سلسلے میں سب سے نمایاں اور اہم کام مولانا ظفر عثمانی کا بصورتِ ”اعلاء السنن“ ہے جس میں ۶۱۲۲ احادیثِ احکام کو آپ نے جمع کیا ہے۔ (۸۴) اس کے علاوہ عبدالغنی مقدسی کی ”الاحکام“ اور ”عمدة الاحکام من سید الانام“، حافظ ابن حجر عسقلانی کی ”بلوغ المرام من ادلة الاحکام“ اور علامہ ظہیر احسن شوق نیوی کی ”آثار السنن“ احادیثِ احکام پر اہم کتب ہیں۔ صحاح ستہ میں سے خالص فقہی اور احکام پر مبنی احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ ”سنن ابو داؤد“ ہے۔

خلاصہ کلام

شریعتِ اسلامیہ کا دوسرا ماخذ و مصدر، رسول اللہ کی ”سنت“ ہے۔ خالق کی تعلیمات و احکامات کا منشاء حقیقی طور پر وہی ذات ہی جانتی ہے جسے براہِ راست اس تعلیم سے نوازا گیا۔ وہ ذاتِ عالی مقام، رسول اللہ ہی ہیں۔ اس لیے یہ ناممکن ہے کہ سنتِ رسول اللہ سے بری الذمہ ہو کر ہم دینِ متین کو سمجھ سکیں۔ اللہ کے انبیاء و رسل ہی اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ و راستہ اور اس کی جانب سے ملنے والی تعلیمات و احکامات کے مبلغ و مفسر رہے ہیں۔ لہذا سنتِ رسول اللہ، ایک طرف تو قرآن کریم کی تشریح و توضیح ہے اور دوسری طرف خود کئی مستقل احکاماتِ دین کا ذریعہ بھی۔ جس طرح قرآن مجید سے کسی حکم کی دلالت ہوتی ہے اسی طرح سنت سے بھی احکامات کی دلالت ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے بعض احکام مجمل ہیں اور سنت سے ان کی تفصیل، وضاحت، تخصیص اور تحدید ملتی ہے۔ قرآن مجید میں بعض معاملات میں سکوت ہے اور سنت ایسے معاملات کے متعلق مستقل حکم رکھتی ہے۔ احکام اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ جس پر مسلمانوں کا تقریباً اجماع ہے، وہ یا تو سنت سے ماخوذ ہے یا اس کی تشکیل میں سنت کا بہت زیادہ حصہ ہے۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ حدیثِ رسول اور آپ ﷺ کی کسی سنتِ قولی سے کوئی حکم مستنبط کرتے وقت اُس فرمان و سنتِ نبوی کا موقع و محل، پس منظر اور اسکی علت اور سبب کو جاننا بہت

ضروری ہے۔ ورنہ استنباط حکم میں سخت غلط فہمی کے امکانات رہ سکتے ہیں۔ المختصر تفہیم و اتباع سنت کے بغیر شریعت اسلامیہ کی تکمیل اور اتباع خدا ہو ہی نہیں سکتی یہ بات نقلی و عقلی دونوں حیثیتوں سے مسلم ہے۔

حوالہ جات و حواشی

- (۱) ابن منظور، جمال الدین محمد بن محمد بن مکرم الافریقی ابو فضل، علامہ۔ لسان العرب، مطبع، دار صادر، بیروت، ج ۱۳، ۲۲۵؛ ابراہیم انیس، ڈاکٹر، محمد خلف اللہ احمد، عبدالحلیم منصر، ڈاکٹر، عطیہ الصوالحی۔ المعجم الوسیط، طبع، دار الدعوی، ج ۱، ص ۴۵۶
- (۲) الاحزاب: ۳۳: ۶۲
- (۳) فاطر، ۳۵: ۳۳
- (۴) طبری، محمد بن جریر بن یزید بن غالب، ابو جعفر، امام۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن، طبع، مؤسسہ الرسالہ، ۱۴۲۰ھ، ج ۴، ص ۶۵؛ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی ابو فضل، علامہ۔ ایضاً، مادہ، ام زبیدی، محبت الدین، السید محمد مرتضیٰ الحسینی الواسطی الحنفی، علامہ۔ تاج العروس من جواهر القاموس، المکتبۃ الشاملہ، مادہ، ام
- (۵) السباعی، مصطفیٰ۔ السنن ومکانتها فی التشریح الاسلامی، مطبع المکتبۃ الاسلامی۔ سن۔ ص ۴۷۔
- (۶) الموسوعة الفقہیہ، ایضاً، ج ۵۲، ص ۳۶۲
- (۷) ایمنی، محمد تقی۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، مطبوعہ، اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، مارچ، ۱۹۹۶ء، ص ۱۱۶
- (۸) شافعی، محمد بن ادریس، امام۔ الرسالہ، مطبوعہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، باب ما ابان اللہ لخلقه منفرضہ علی رسولہ اتباع او حی اللہ، ص ۱۹، ۲۹
- (۹) ایمنی، محمد تقی۔ ایضاً
- (۱۰) بخاری، عبدالعزیز بن احمد علاؤ الدین الحنفی، امام۔ کشف الاسرار (طبع اول)، مطبع، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ، ۲، ص ۳۰۱
- (۱۱) ابن عابدین، محمد امین بن عمر عبدالعزیز الدمشقی، علامہ۔ در المختار، المکتبۃ الشاملہ، الاصدار الثالث، ج ۱، ص ۷۷
- (۱۲) السباعی، مصطفیٰ۔ ایضاً، ص ۸۴

- (۱۴) ایضاً، ص ۸۴
- (۱۵) بزودی، علی بن محمد الحنفی، امام۔ اصول بزودی، مطبع جاوید پریس، کراچی، سن، ج ۱، ص ۱۳۹
- (۱۶) محمد عبدالحق، عبدالغنی، شیخ۔ حجیت حدیث (مترجمہ: ندوی، محمد رضی الاسلام)، مطبوعہ، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ص ۶۷ [بحوالہ: الفواکہ، ج ۱، ص ۲۵۔ العدوی علی ابن الحسن، ج ۱، ص ۲۲۔ الصفی، ص ۴۷]
- (۱۷) البغدادی، عبدالمومن بن عبدالحق ابو الفضائل صفی الدین الحسینی، امام۔ قواعد الاصول و معاهد الفصول، المکتبۃ الشاملۃ، الاصدار الثالث، ص ۸۵
- (۱۸) السباعی، مصطفیٰ۔ ایضاً، ص ۴۷
- (۱۹) صحیح بخاری و صحیح مسلم
- (۲۰) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن شداد بن عمرو الأزدی، امام۔ سنن ابی داؤد، دارالفکر، بیروت۔
- (۲۱) الاعراف، ۷: ۱۵۸
- (۲۲) الاحزاب، ۳۳: ۲۱
- (۲۳) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن شداد بن عمرو الأزدی، امام۔ سنن ابی داؤد، دارالفکر، بیروت۔
- (۲۴) شوکانی، محمد بن علی بن محمد، امام۔ ارشاد الفحول، مکتبۃ المصطفیٰ البابی، قاہرہ، مصر، ص ۸۹
- (۲۵) صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب صلاۃ الطالب والمطلوب راکباً وایماً: ج ۲، ص ۵۹۱
- (۲۶) السباعی، مصطفیٰ۔ ایضاً، ص ۴۷
- (۲۷) مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ اسلامی ریاست، مطبوعہ۔ اسلامک پبلیکیشنز پریسٹیٹ لیمیٹڈ، لاہور، جولائی، ۱۹۸۸ء، ص ۲۹
- (۲۸) الہیقی، ابو بکر احمد بن حسن، حافظ، امام۔ المدخل الكبير الى السنن الكبرى [تحقیق و تدوین: اعظمی، محمد ضیاء الرحمن، ڈاکٹر۔ اردو مترجم: محمد متحی خان، کلیم]، مطبوعہ، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور، مئی، ۱۹۹۲ء، ص ۲۱۳۔
- (۲۹) محمود احمد غازی، ڈاکٹر۔ محاضرات سیرت، مطبوعہ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، لاہور، ستمبر، ۲۰۰۹ء، ص ۵۷۹، محاضرات فقہ، ص ۲۳۴-۲۳۵
- (۳۰) یہ خرگوش اور بڑے چوہے کے درمیان کی ایک مخلوق ہے۔ اس کے گوشت کا کھایا جانا عرب میں مروج تھا۔
- (۳۱) محمود احمد غازی، ڈاکٹر۔ محاضرات سیرت، ایضاً، ص ۵۵۲، ۵۵۳۔
- (۳۲) القشیری، ابن حجاج، مسلم۔ الصحيح مسلم۔ مطبع صبیح، مصر، ۱۳۳۲ھ، جلد ۷، ص ۹۵
- (۳۳) ندوی، شاہ محمد جعفر پھلوری، مولانا۔ مقالات، طبع، مکتبۃ امتیاز، راولپنڈی، ۲۰۰۷ء، ص ۹۸ تا ۱۰۱
- (۳۴) ندوی، مولانا محمد حنیف، مسئلہ اجتہاد، مطبوعہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، طبع چہارم، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۱۵۱، ۱۵۲۔
- (۳۵) حسن الخطیب۔ فقہ الاسلام، مطبوعہ، نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی، اگست ۱۹۸۲ء، ص ۳۵۸۔

- (۳۶) جس کا اردو زبان میں ترجمہ مولانا عبدالمصطفیٰ شاہد محمود مدنی صاحب نے کیا ہے اور اس کتاب کو مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں تقریباً ۱۷۰ فرامین رسول ﷺ کے اسباب کی وضاحت بیان کی گئی ہے۔
- (۳۷) البقرة: ۲: ۱۸۸
- (۳۸) محمد عبدالخالق، عبدالغنی، شیخ۔ تجت حدیث (مترجمہ: ندوی، محمد رضی الاسلام)، مطبوعہ، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ص ۸۰۰
- (۳۹) المائدہ: ۴: ۳۸
- (۴۰) شرح السنہ، بحوالہ: مشکوٰۃ، کتاب الحدود، قطع السرقہ، فصل دوم۔
- (۴۱) النور، ۳۳: ۶۳
- (۴۲) ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب عمری التبریزی، ولی الدین، امام، الشیخ مشکوٰۃ المصابیح (مترجمہ: محمد صادق خلیل، مولانا)، طبع، مکتبہ، محمدیہ، فیض آباد، جنوری، ۲۰۰۵ء، ص ۲۹
- (۴۳) السباعی، مصطفیٰ۔ ایضاً، ص ۵۷
- (۴۴) امیر بادشاہ، محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید ابن ہمام شارح محمد امین، کمال الدین۔ تیسیر التحریر علی کتاب التحریر، مطبع، مصطفیٰ البابی، مصر، ۱۳۵۰ھ، ج ۳، ص ۲۲
- (۴۵) النساء، ۴: ۵۹
- (۴۶) الجوزی، ابن قیم، شمس الدین ابو عبداللہ۔ اعلام الموقعین عن رب العلمین (مترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی)، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور، جولائی ۱۹۹۹ء، ج ۱، ص ۵۰
- (۴۷) الانبیاء، ۲۱: ۷۳
- (۴۸) النساء، ۴: ۶۵؛ الاحزاب، ۳۳: ۳۶
- (۴۹) الاحزاب، ۳۳: ۷۸
- (۵۰) الحشر، ۵۹: ۷
- (۵۱) الاحزاب، ۳۳: ۶
- (۵۲) صحیح بخاری صحیح مسلم
- (۵۳) التوبہ، ۹: ۶۲
- (۵۴) الاحزاب، ۳۳: ۲۱
- (۵۵) النساء، ۴: ۸۰

- (۵۶) ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب عمری التبریزی، ولی الدین، امام، الشیخ۔ ایضاً، حدیث نمبر: ۱۶۵، ص ۱۱۳
- (۵۷) ایضاً، ص ۲۹
- (۵۸) ایضاً، ص ۲۹
- (۵۹) العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی بن محمد۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، المطبعة السلفية، قاہرہ، ۱۳۵۵ھ، ج ۱، ص ۲۹۰
- (۶۰) زاوی، الظاہر احمد۔ ترتیب القاموس المحيط، دار عالم الکتب، ریاض، سعودی عرب، ج ۱، ص ۱۶۵
- (۶۱) التوبہ، ۹: ۳۶
- (۶۲) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، ج ۸، حدیث نمبر ۶۲۴۲۔؛ صحیح بخاری، کتاب الطب، ج ۱، ص ۵۷۰۔ حدیث نمبر ۵۷۰۔
- (۶۳) صحیح البخاری، کتاب المحاربین، حدیث: ۲۶۹۵
- (۶۴) ابواسامیل، عبد اللہ بن محمد الانصاری الہروی۔ ذم الکلام وأہله، مضمولہ ویب سائٹ: المکتبہ الوقفیہ، ج ۲، ص ۹۱
<http://waqfeya.com/>
- (۶۵) ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب عمری التبریزی، ولی الدین، امام، الشیخ۔ ایضاً، ص ۱۱۲
- (۶۶) صحیح البخاری کتاب المحاربین، حدیث: ۶۸۳۰
- (۶۷) امینی، محمد تقی۔ ایضاً، ص ۱۱۹؛ الجوزی، ابن قیم، شمس الدین ابو عبد اللہ۔ اعلام الموقعین عن رب العلمین۔ ایضاً، ج ۱، ص ۵۸
- (۶۸) چشتی، مشتاق احمد، مولانا۔ مقام سنت، طبع، مکتبہ، مہریہ، ملتان، ۲۰۰۷ء، ص ۱۷۴
- (۶۹) چشتی، مشتاق احمد، مولانا۔ ایضاً، ص ۱۷۵، ۱۷۶
- (۷۰) الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد۔ المستصفی من علم الاصول، مطبع، مصطفیٰ محمد، مصر، سن ۱، ص ۹۵
- (۷۱) قشیری، مسلم بن حجاج۔ الصحیح مسلم۔ مطبع صبیح، مصر، ۱۳۳۴ھ، باب استنجاب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف۔ حدیث نمبر: ۲۲۳۰
- (۷۲) احمد بن محمد بن حنبل۔ مسند احمد، مطبع، حیدریہ، بمبئی، سن ۱، ص ۱۳۷
- (۷۳) اس سے مراد یہ ہے کہ ایام حج میں حاجی پہلے عمرہ ادا کر کے احرام کھول دے اور دوبارہ آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھے اور پھر حج ادا کرے
- (۷۴) الجوزی، ابن قیم، شمس الدین ابو عبد اللہ۔ ایضاً، ج ۱، ص ۵۶
- (۷۵) الحشر، ۵۹: ۷

- (۷۶) ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب عمری التبریزی، ولی الدین، امام، الشیخ۔ ایضاً، ص ۳۸۱
- (۷۷) الجوزی، ابن قیم، شمس الدین ابو عبداللہ۔ ایضاً، ج ۱، ص ۵۶
- (۷۸) ایمنی، محمد تقی۔ ایضاً، ص ۱۲۱
- (۷۹) ایضاً
- (۸۰) ایضاً
- (۸۱) ایضاً
- (۸۲) الرازی، محمد بن عمر بن الحسن۔ المحصول فی علم الاصول [تحقیق: طہ جابر فیاض العلونی]، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض، ج ۶، ص ۲۳
- (۸۳) الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد۔ المستصفی من علم الاصول، مطبع، مصطفیٰ محمد، مصر۔ س ن، ج ۲، ص ۳۸۴
- (۸۴) شوکانی، محمد بن علی بن محمد، امام۔ ارشاد الفحول، مکتبہ المصطفیٰ البابی، قاہرہ، س ن، ج ۲، ص ۲۰۷
- (۸۵) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا۔ قاموس الفقہ، مطبوعہ، زمزم پبلشرز، اردو بازار کراچی، اگست ۲۰۰۷ء، ج ۱، ص ۳۲۶

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆